© rasailojaraid.com

معرکۂ اسلام و جاہلیت

بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا

از جناب مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی

(۴)

تیئیس سالہ عہد رسالت کی مسلسل جدوجہد کے بعد جاہلیت سرنگوں ہوگئی - میدان فکر وعمل کے ایک ایک گوشہ سے اس کے قدم اکھڑ گئے - روح انسانی آزاد اور نفس حیوانی مغلوب ومقہور ہوکر رہ گیا - جو کبھی جاہلیت کے سپاہی تھے وہ پرچم اسلامی کے نیچے آکھڑے ہوئے اور انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کے آہنی قلعوں کو زیروزبر کرکے رکھ دیا - یہ اسلام یا عقل و فطرت کی اس کامل فیروزمندی اور عظیم الشان کامیابی کا وقت تھا جسکی مثال آپ تاریخ انسانی کے کسی صفحہ پر نہیں پا سکتے اور کون کہہ سکتا ہے کہ مستقبل آپکی اس آرزو کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگا -

دراصل پیغمبر آخر الزماں کی بعثت کا مقصد وحید بھی صرف یہی تھا کہ انسانی فطرت کو جاہلیت کی چیرہ دستیوں سے آزاد کرادیں اور باطل کی دسیسہ کاریوں نے حقانیت کا جو نظر فریب نقاب اوڑھ رکھا ہے اسے ہٹا کر سچائی کا حقیقی جمال نگاہوں کو دکھادیں - اسی بنا پر قرآن حکیم کو "تذکرہ" کہا گیا ہے کہ یہ غفلت وخود فراموشی کی مدہوشیوں سے بیدار کرکے انسان کو اس کے بھولے ہوئے فرائض یاد دلاتا ہے، "کتاب مبین و نور مبین" کہا گیا ہے کہ یہ جہل کی تاریکیوں میں گم ہوجانے والے آثار ہدایت کو ظاہر کرتا ہے - "فرقان" کہا گیا ہے کہ یہ حق و باطل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی سرحدوں کو الگ کرتا ہے ۔ لیکن جیسا کہ آپ کو پچھلی تفصیلات سے معلوم ہو چکا ہے، قرآن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود ابتدائً انسان کے لیے ایک انوکھی اور ناقابلِ فہم و قبول چیز تھا جسکی وجہ انسان کی محض ارادی شرارت ہی نہ تھی، بلکہ بڑی حدتک اسکی بےچارگی بھی تھی۔ اُس کی بدبختی میں اُس کے فساد مذاق سے بڑھکر ماحول کی زبردست قوت، عادی، رسوم و افکار کی دماغوں پر مسلسل حکمرانی، جاہلیت کی ظاہری سربلندی اور اسلام کی مظلومی کا دخل تھا۔ اسی بنا پر قرآن اور صاحب قرآن نے عقل و فطرت کی صیقل گری میں پیہم ۲۳ سال گذار دیئے، اور افہام و تفہیم کیلیے جو طریقہ بھی مؤثر ہو سکتا تھا اختیار کیا ۔ آخر میں اس نے کہہ دیا کہ اب تمہارے بے عذر کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا ۔ اللہ کی حجت پوری ہو چکی، حق پوری طرح واضح ہو چکا، اب صرف تمہاری استعداد فطرت پر سارا معاملہ چھوڑ دیا جاتا ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ؕ دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت، ضلالت سے متمیز ہو چکی ۔

یعنی اسلامی تعلیمات سے مانوس ہونے میں جتنے موانع تھے، سب کی حقیقت کھول دی گئی ہے اور انوار حق پر جاہلیت و رسم پرستی کے جتنے سیاہ بادل چھا گئے تھے وہ اب چھٹ چکے ہیں ۔ حسن فطرت نکھر کر مشہود ہو چکا ہے ۔ جس کا جی چاہے اس کے حلقہ کی اسیری قبول کرے، جس کا جی چاہے انکار کر دے ۔ ردّ و قبول کا انحصار ذوق نظر پر ہے، جبر و اکراہ پر نہیں ۔ قرآن کی مخاطب عقل ہے، جسم نہیں ۔ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور وادی شک و اضطراب میں بھٹکنے والی عقلوں کے سامنے جنھیں جاہلیت کی پھیلی ہوئی تاریکیوں میں سرگشتگی و حیرانی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا، "رشد" کی نورانی تصویر پیش کر دی ۔ جن دلوں میں قبول حق کی صلاحیت موجود ہوگی وہ ان بھولی ہوئی باتوں کو اپنی متاع گم گشتہ سمجھ کر لے لیں گے، اور جو اپنی صلاحیتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو فنا کر چکے ہیں، جنکی طبیعتوں پر زنگ چڑھ چکا ہے، جو رسم کے بندے اور محسوسات کے غلام ہو چکے ہیں، ضد و شقاق جن کا شیوہ اور آبار پرستی و جہل پرستی جن کا ایمان ہو چکا ہے جو انسانیت کے جوہر امتیاز سے محروم ہو کر مبل ھم اضل کی لعنتوں میں محصور ہو چکے ہیں، ان کے لیے بھی "غی" وضلالت کی شاہراہ ممیّز کر کے دکھا دی گئی ہے، وہ اگر اس پر چلنا چاہیں تو خوشی سے چل سکتے ہیں، لیکن ہیں دونوں راہیں الگ الگ، اشتباہ اور التباس کے سارے پردے اٹھا کر قرآن نے دونوں کے درمیان ایک واضح خط امتیاز کھینچ دیا ہے - لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ -

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ، دراصل اعلان تھا مقصد رسالت کی تکمیل کا - رسول اللہ صلعم کا کام صرف اتنا ہی تھا کہ جاہلیت کی اس عالمگیر گرفت سے حساس اور مستعد دلوں کو آزاد کر کے ان میں اسلام کی روشنی بھر دیں، اور آہستہ آہستہ جاہلیت کے سارے اثرات مٹا کر اسلام کا بلند و برتر نظام زندگی اور اسکا خالص عقلی تصور حیات ان کے دل و دماغ پر نقش کر دیں تاکہ وہ جو کچھ دیکھیں اسلام کی نگاہ سے، جو کچھ سوچیں اسلام کے دماغ سے، جو کچھ کریں اسلام کے ہاتھ سے، وہ اسلام کے سرفروش علمبردار ہوں، حقیقی معنوں میں خلیفۃ اللہ فی الارض ہوں، اپنی فکری و عملی قوتوں سے جہالت زدہ ذہنیتوں کا نقشہ الٹ کر رکھ دیں، اور رفتار زمانہ کا رخ پھیر کر اس کی زمام نفس کے ہاتھوں سے لیکر عقل و انسانیت کے ہاتھوں میں دے دیں - جب یہ کام ۲۳ سال کی ان تھک کوششوں کے بعد سرانجام پا گیا تو اللہ رب العزت کا پیام آیا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ — جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، اور

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي — تو دیکھے کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ گروہ داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار
وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا - (سورۂ نصر) کی حمد کے ساتھ اسکی پاکی بیان کر، اور اس
سے مغفرت طلب کر، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

گویا رسول اللہ صلعم کی دنیوی زندگی کا اختتام اسی لمحہ کا منتظر تھا اور جب وہ وقت آگیا کہ نصرت الٰہی نے جاہلیت کے سارے قلعے منہدم کر کے اسلام کی شوکت کو بلند اور اس کی صداقت کو بے حجاب کر دیا اور نتیجہ کے طور پر اسکی بلند تعلیمات سے بدکنے والے انسان دوڑ دوڑ کر اس سے ہم آغوش ہونے لگے تو اب ہادیؐ کی ضرورت نہ رہی اور اشارۂ غیبی بلاوا لیکر حاضر ہو گیا۔

اس کے بعد وہ جماعت، جو درسگاہ نبوت میں تربیت پا کر اسلامی نظریات کے سانچے میں ڈھل چکی ہے، نظام اسلامی کو قائم کر کے آگے بڑھتی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار ہے۔ اقامتہ عدل اور اعلائے کلمتہ اللہ کا مقدس جذبہ اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہ روم و ایران کی طاغوتی ملوکیتوں کو زیر و زبر کر کے محض اپنا سیاسی اقتدار جمانے ہی پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان جاہلی نظریات اور افکار کو بھی الٹتی جاتی ہے جن کے زیر سایہ عالم انسانی کا پورا نظام تہ و بالا ہو رہا تھا۔ اس نے جسقدر زمین کی منفعتوں اور تاج و تخت کی عزتوں کو فتح کیا اس سے بہت زیادہ انسانی افکار و عواطف اور عام نظریات و تصورات پر اپنی عالمگیر حکمرانی قائم کی۔ مسلمانوں کی تلوار ابھی قسطنطنیہ ہی میں سرگرم پیکار تھی لیکن قرآن کی شعائیں فاتحانہ وسط یورپ تک پہنچ چکی تھیں۔ فاتح مجاہدین نے جو کہ خود قرآنی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، جن جن قوموں کو فتح کیا انھیں بھی اسی رنگ میں رنگ لیا۔ اُن کے سواد اعظم کو قرآنی نظریات و افکار میں جذب کر لیا اور اپنی علمی و عملی قوتوں کے ذریعہ ان کی ذہنیتوں میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ وہ خود اسلامی فکر اور قرآنی تہذیب کی علمبردار بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئیں - ان میں سے جو فطرتاً حق پرست اور راست کیش تھے انہوں نے اس پورے نظام ہی کو قبول کرلیا اور جنکی عقل اور فطرت حمیت جاہلیت کی بندشوں میں سخت جکڑی ہوئی تھی، اگرچہ وہ اپنی زبان کو تو لا الٰہ الا اللہ کہنے سے بچا لیگئے لیکن اسلامی فکر و نظر کا اثر قبول کرنے سے وہ بھی اپنے دماغوں کو نہ روک سکے، کیونکہ یہ ان کے بس میں نہ تھا - اسلام کا سیلاب اپنی مادی اور روحانی دونوں قوتوں سے نہایت ہی بے پناہی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا، اور ہر اس .... فکر و عمل کیلیے جسکی بنیاد نفسانیت اور جہالت پر رکھی گئی تھی، اس کی رو میں ٹھیرنا بالکل ناممکن تھا - نتیجہ یہ ہوا کہ چینی، ہندی، فارسی، اسپینی، رومی، مصری، افریقی، غرض جو تہذیب بھی اس سے ٹکرائی چور چور ہو گئی -

اُس وقت مسلمانوں پر اسلامی نظریات چھائے ہوئے تھے، قرآن ان کی فکری و عملی قوتوں پر پورے طور پر حکمران تھا، جہاد اور اجتہاد کی روح ان کی رگوں میں برقی لہر کی طرح دوڑ رہی تھی، وہ محض فاتح اقوام نہ تھے بلکہ فاتح اذہان و قلوب بھی تھے، علم و فن کے پیشوا بھی تھے، صرف تلوار کے دھنی نہ تھے بلکہ قلم کے امام بھی تھے - قرآن سے روشنی لے کر انھوں نے علم و عمل کے گوشوں کو منور کیا، تحقیق و اکتشاف کی راہ کھولی، اور اپنی مجتہدانہ قوتِ فکر سے دنیا کی امامت کا منصب حاصل کر لیا - اس وقت علم تھا تو ان کا، تمدن تھا تو اُن کا، تہذیب و سیاست تھی تو ان کی - اُنہی کی تحقیق، تحقیق سمجھی جاتی تھی، اور جس چیز کو وہ غلط ٹھیراتے تھے وہی غلط تسلیم کرلی جاتی تھی - ان کے علوم کے دھارے ایشیا سے گذر کر قسطنطنیہ اور اسپین کے راستوں سے یورپ کے خشک دماغی صحراؤں میں پہنچے اور صدیوں تک آبحیات کی طرح اس مردہ زمین کو سینچتے رہے یہاں تک کہ اس میں وہ نئی زندگی پیدا ہوئی جسے یورپ کی نشأۃ ثانیہ (Renaissance.) کہا جاتا ہے - یہ زندگی اور روح اسی فکر اسلامی کی بخشی ہوئی تھی اور آج کوئی متعصب سے متعصب یوروپین بھی اس حقیقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا انکار نہیں کرسکتا۔

فکری انقلاب کی یہ ایک لمبی داستان ہے جس کی تفصیل وقت کے ساتھ ایک مستقل تصنیف چاہتی ہے۔ یہاں ان اجمالی اشارات کو پیش کرنے کا مقصود صرف یہ ہے کہ اسلام کی اُس حالت کا اندازہ لگایا جاسکے جو "بدءَ غریباً" اور "سیعود غریباً" کے درمیان تھی، یعنی اس حالت کا جب کہ اسلام تقریباً پوری طرح غالب اور سربلند تھا اور اس کا نظامِ عملی دنیا میں ظاہر ہو کر جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کی عملی تفسیر بن چکا تھا۔ یہ نظام وہی اسلام کا "غریب" نظام اور یہ تعلیم اسلام کی وہی انوکھی تعلیم تھی جس پر کل تک سفاہت اور بے عقلی کے فتوے لگائے جاتے تھے، جیسے روم و ایران کی "مہذب اقوام" نے وحشت کی سند عطا کی تھی، جس کو سن کر حیرت و استعجاب کے قہقہے بلند کئے جاتے تھے۔ لیکن اسے وقت کا کرشمہ کہو یا صداقت کی قوتِ تسخیر کہ دیکھتے دیکھتے عقل و سفاہت اور وحشت و تہذیب کا معیار بدل گیا۔ اب دنیا کو حیرت تھی تو یہ کہ ایسی "معروف تعلیم" پر کوئی حیرت کا اظہار کیسے کرسکتا ہے؟ اب معمورۂ ارضی کا ہر گوشہ اس "مانوس و مقبول" تصورِ حیات میں جذب ہونے کیلیے بے قرار تھا اور جو بات کل تک ضمیر کی توہین اور عقل کی موت خیال کی جاتی تھی وہی اب اسکی عظمت اور زندگی سمجھی جانے لگی۔ گویا سارے جہان کا زمین و آسمان ہی بدل گیا۔

یہ تو تھا اُس غریب تعلیم کا حال۔ اور ان "غرباء" کا کیا حال ہوا جو کبھی وحشی، مجنون، سودائی، فریب خوردہ، احمق اور سفیہ کہے جاتے تھے؟ وہی حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے والی دنیا اب ان کے قدموں میں پڑی ہے، فراعنۂ وقت جھک جھک کر ان کی اطاعت کرنے میں عزت محسوس کرتے ہیں، تاج و تخت ان کے لیے خالی ہو رہے ہیں، ان کی فاتحانہ عزیمت کے سامنے زمین کی پہنائی سمٹی جاتی ہے اور ان کو جگہ دینے کیلیے قوموں کے دل و دیدہ بچھے جاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شام کے عیسائیوں کا حال آپ نے پڑھا ہوگا۔ ابھی انہیں مسلمانوں کی حکومت میں آئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے، اور ابھی اسلامی فوجیں اس نواح سے سرکی ہی تھیں کہ انھیں رومیوں کی جنگی تیاریوں کی خبر ملی۔ اگرچہ رومی حملہ آور ان کے اپنے ہم قوم اور ہم مذہب تھے، لیکن انھوں نے خود ان کے ارادوں کی اطلاع مسلمانوں کو دیدی۔ پھر جب مسلمانوں نے اس حملہ کی فوری مدافعت سے اپنے کو قاصر محسوس کیا اور جزیہ کی رقم انھیں واپس کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے یہ رقم محض تمہاری حفاظت کیلیے لی تھی، اِس وقت ہم اس فرض کو پورا کرنے سے معذور ہیں، اس لیے اس کا لینا بھی اسلام کی رو سے جائز نہیں، تو اہلِ شام کی آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور بے اختیار بول اٹھے کہ خدا تمہیں جلد واپس لائے۔

حق کی گیرائی اور عدل کی جاذبیت کا یہ کمال دیکھو کہ جو دنیا قومیت کی پجاری اور وطنیت پر مرِ مٹنے والی تھی اور اسلامی تعلیمات کو عقل و خرد سے نہایت فروتر سمجھتی تھی، وہی جب خلافت الٰہی کی نعمتوں کی لذت شناس ہو جاتی ہے اور اسلامی نظام کو قریب سے اسکی اصلی شکل میں دیکھتی ہے تو خود بخود اس کی غلامی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیتی ہے۔

یہ تفسیر ہے "طوبیٰ للغرباء" کی۔ کیا اس سے بڑھکر بھی میار کی اور کامرانیٔ حیات کی کوئی معراج ہو سکتی ہے؟ اور کیا اس سے آگے بھی انسانی فلاح و سعادت کی کوئی منزل ہے؟ اگر کہتے ہو کہ ہے تو تاریخ کے محفوظات میں اس کی جستجو عبث ہے۔ دنیا اس غریب تعلیم کی صداقتوں سے انکار کرے لیکن اسکے پیدا کردہ اثر و انقلاب اور بخشی ہوئی عزت و سعادت کا انکار کس طرح کر سکتی ہے؟

یہ زمانہ تھا اسلام کے غلبہ اور تفوق کا۔ کچھ عرصہ تک تو اسے غلبہ کامل طور سے حاصل رہا اور جاہلیت بالکل ہی مغلوب و نامراد ہو گئی۔ پھر ایک طویل عرصہ تک بحیثیت مجموعی اسلام کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تفوق حاصل رہا اور جاہلیت ہاتھ سے نکلے ہوئے میدان کو آہستہ آہستہ دوبارہ حاصل کرنے میں لگی رہی۔ شکست کھا کر ہمیشہ کیلئے ہمت ہار کر بیٹھ جانا اس کیلئے مشکل تھا، اسلام مرجانا گویا شیطان کا مرجانا تھا، اور جبکہ شیطان قیام قیامت تک خیر و شر کا معرکہ گرم رکھنے کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے، تو کیونکر ممکن تھا کہ اسلام و جاہلیت کا معرکہ اتنے جلدی ختم ہو جاتا۔ اسلام کی زبردست ٹکر سے وہ کچھ عرصہ کیلئے بیہوش ضرور ہو گئی تھی، مگر مری نہ تھی۔ جونہی کہ اس کو ہوش آیا، اس نے اپنے حریف کی حکومت کے خلاف بغاوت پر کمر باندھ لی اور جذبات و خواہشات نفس کی زہریلی گیس دماغوں میں پہنچا پہنچا کر قوائے عقیدہ کو ماؤف کرنا شروع کر دیا۔ اس کی یہ جوابی حرکت تیس برس کے بعد ہی شروع ہو چکی تھی، یعنی اس ذہنی انقلاب کا آغاز ہو گیا تھا جسکی پیشین گوئی "وسیعود غریباً" کے الفاظ میں کی گئی تھی۔

پہلے تو دماغوں سے وحدت قومی کی اہمیت فراموش ہونی شروع ہوئی۔ خلافت راشدہ کا دور ابھی ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کی آڑ لیکر خوارج کا ایک الگ فرقہ وجود میں آیا۔ چندسال بعد تشیّع کا فتنہ اٹھا۔ اس کے بعد جو لمحہ آتا گیا تفرق اور تشتت کا ایک نیا پیام لیکر آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے شیرازۂ ملت کے سیکڑوں ٹکڑے ہو کر بکھر گئے۔ مسلمان کی تلوار مسلمان ہی کے خون سے سیراب ہونے لگی۔ اسلام کے نام لیوا صنم جاہلیت کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ اس کے اشارے سے خود اہل ملت ہی نے اتحاد ملت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا اور اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کا ربانی شعارِ قومی ترک کر کے انہوں نے اَعِزَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کے جاہلی شعار کو قبول کر لیا۔ یہ سب کچھ اس قرآن کے پیرووں نے کیا (اور شاید بعضوں نے حمایت حق اور خدمت اسلام سمجھ کر کیا) جس نے اختلاف و افتراق کو بغی اور شرک کا نشان قرار دیا تھا۔ انہوں نے اسلامی قومیت کی روح حیات کو اپنے چند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی جزئی اور اجتہادی مسائل کے بدلے بیچ دیا درانحالیکہ ایک نبی (ہارون علیہ السلام) نے اپنی قوم کو محض اس لیے گوسالہ پرستی سے روکنے میں تامل کیا تھا کہ مبادا اس میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔ لیکن اسلام کے نادان دوستوں نے حق کے نام پر وہ سب کچھ کر کے رکھ دیا جو شاید اس کے خونی دشمنوں سے قیامت تک سرانجام نہ پاتا۔

اس کے بعد جاہلیت نے اسلامی نظریۂ خلافت پر یورش کی اور اسے ملوکیت میں بدل کر رکھ دیا۔ حکومت آبائی وراثت بن گئی۔ اقامتِ عدل کے بجائے نفس پروری اور جاہ طلبی اس کی مقصود قرار پائی، اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کی رقابت کی دبی ہوئی چنگاریوں نے بھڑک کر قومی و نسلی عصبیت کی وہ مہیب بجلی تیار کی جس نے اسلامی نظام خلافت کو جلا کر ہمیشہ کیلیے خاکستر بنا دیا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ منحوس انقلاب ہزارہا تربیت یافتگانِ فیض نبوت کی موجودگی میں برپا ہوا تو ہماری عقل اسلامی نظریۂ حکومت کی بلندی اور عظمت پر حیران رہ جاتی ہے کہ یہ اپنے قیام و بقا کیلیے کتنی زبردست اخلاقی طاقت اور اجتماعی تزکیۂ نفس چاہتا ہے۔

جب اسلامی نظام کے یہ دو ستون ہل گئے تو پھر جاہلیت کی تخریبی مساعی کا زور آہستہ آہستہ بڑھتا گیا اور اس نے ایک ایک کر کے اسلامی تصورات کو دبانا شروع کیا۔ انتظام حکومت میں عجمی تخیلات کام کرنے لگے۔ نومسلموں پر جزیہ لگایا گیا۔ ایوان خلافت شدّاد کا محل بن گیا، تقویٰ اور دیانت کے ساتھ ساتھ احکام دین کی معرفت بھی خلافت کے شرائط اور فرائض میں سے نکال دی گئی، جہلا خلیفۃ اللہ اور ظل اللہ بننے لگے۔ کچھ دن اور گزرے تھے کہ نظریات قرآنی کی خلاف ورزی کی پاداش میں اسلامی حکومت جو اپنی روحانی اسپرٹ پہلے ہی کھو چکی تھی ---- اپنی مادی شوکتوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی۔ مذہب کے ساتھ ہی حکومت کے بھی تار تار الگ ہو گئے، مرکزیت ختم اور طوائف الملوکی کی لعنت پوری قوم پر مسلط ہو گئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلافت اسلامی نام کے لحاظ سے ایک رہی لیکن عملاً ہندوستان سے لے کر بربر اور اندلس تک متعدد خلافتیں یعنی ملوکیتیں قائم ہوگئیں، امراء نے اعلاء کلمتہ اللہ اور اقامت عدل کے بجائے ملک گیری اپنا مقصد جنگ قرار دے لیا اور اسلامی اصول و نظریات کی تبلیغ و اشاعت کے بجائے مال و زر کی ہوس ان سے تلوار اٹھوانے لگی۔ اسلامی روح جہاد سرد پڑ گئی۔ بت شکن بت فروش بن گیا، اور آسمانی بادشاہت کے کفن بردوش سپاہی میدانِ جہاد سے بھاگ کر دنیا طلبی کے خرابات میں معتکف ہوگئے جہاں نفس و جاہلیت کی زندگی اور عقل و اسلام کی موت تھی۔

ایک طرف سے امت مرحومہ اس سیاسی اور مادی زوال آفریں انقلاب سے دوچار ہوئی، اور دوسری جانب سے فکری و علمی انقلاب اس کیلیے ایک اور تباہی لیکر رونما ہوا۔ ابھی قرآن کی رہنمائی میں مسلمانوں نے تحقیق و اجتہاد اور اکتساب علم کی چند ہی صدیاں گذاری تھیں کہ انھوں نے اپنے اوپر غور و فکر کا دروازہ بند کرلیا، اور یہ سمجھ لیا کہ اب دنیا اپنے آخری مرکز پر پہنچ گئی ہے، قرآن کے سینے میں علم و حکمت کے جتنے خزانے محفوظ تھے سب کے سب تین چار سو برس میں نکالے جا چکے ہیں، اب اس کے آگے تفقُّہ اور تفکُّر کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جاہلی افکار اور تخیلات نئے نئے لباس میں پیدا ہوتے رہے اور دنیا ان کے سیلاب میں بہتی گئی، لیکن مسلمان اسلامی نظریات کو زمانہ کے مطابق پیش کر کے اس عالم گیر سیلاب کو ذہنیتوں پر چھا جانے سے نہ روک سکے۔ دنیا میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے گئے، تمدن آگے بڑھا، سیاست نے رنگ بدلا، علوم کی متعدد شاخیں پھوٹیں، تحقیق و جستجو نے کائنات کے عجیب عجیب اسرار کھولے، ٹھیری ہوئی زمین متحرک ہوگئی، کھوج لگانے والوں نے ایک نئی دنیا ڈھونڈ ھ نکالی، مگر وائے افسوس مسلمان جمود کی تاریکی میں غفلت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی نیند سوتے رہے اور زمانہ کا کاروان برق رفتار ان کو سوتا چھوڑ کر صدیوں آگے نکل گیا۔ پھر جب وہ خود ہی دنیا کی امامت اور رہنمائی سے استعفا دے چکے تھے تو قدرت دوسروں کو ان کی جگہ کیوں نہ بخش دیتی؟ جہاد اور اجتہاد یعنی جوش عمل اور روح تحقیق، دونوں سے یہ خالی ہو چکے تھے، ان کا قلم شکستہ اور انکی تلوار زنگ آلود ہو گئی تھی اور سیاسی و ذہنی دونوں حیثیتوں سے یہ قوم اس قابل نہ رہی تھی کہ دنیا کی امامت کر سکے اور زمانہ کی رفتار کو اپنے قابو میں رکھ سکے۔ اب انکی خاطر پیشوائی کا منصب کھلا اور کب تک خالی رہتا؟ دوسرے اٹھے انہوں نے اصول جاہلیت پر اجتہاد کیا، اور راہ طاغوت میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ وہ انہی چیزوں کو لیکر دنیا کے پیشوا بنتے چلے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا اور یہی ہونا تھا کہ اسلام کا سیاسی اور فکری اقتدار گھٹنے لگا اور اسکی جگہ جاہلیت کی حکمرانی دماغوں اور جسموں پر قائم ہونے لگی۔

اگرچہ بحیثیت مجموعی جاہلیت پانچ چھ سو برس بعد ہی اسلام پر غالب آگئی تھی مگر اسلام کی خوش قسمتی تھی کہ وہ ایک طویل مدت تک بالکل مغلوب یعنی مکمل "غریب" نہ ہو سکا۔ اگرچہ یونانی نظریات، ایرانی خیالات اور ہندی تصورات نے اثر ڈال کر اس کی طاقتور روح کو مجروح بنانا شروع کر دیا تھا، مگر ایک تو ان غیر قرآنی افکار و تخیلات کی پشت پر کوئی مادی قوت نہ تھی، دوسرے قرآن کے اصول خود اپنے اندر صحت و توانائی کا کامل وصف رکھتے تھے، اس لیے ابتدائی حملے کچھ بہت زیادہ کارگر نہ ہوئے۔ اس دوران میں تین چار صدیوں تک ـــ جبکہ مسلمانوں کے اندر جہاد و اجتہاد، دونوں کی روحیں سرد پڑی تھیں ـــ کوئی مردِ میدان اس قوت اور عزیمت کا بھی نہ اٹھا جو مسلمانوں کی خالی کی ہوئی مسند امامت پر فوراً قابض ہو جاتا اور اپنے سیاسی استیلاء سے دنیا کے افکار و خیالات پر اپنا غیر اسلامی تسلط جما لیتا۔ اس وجہ سے اسلامی اصول و نظریات کا جو صور صدر اول کے مسلمانوں نے اتنی بلند آہنگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پھونکا تھا، اس سیاسی پستی کے باوجود اس کی صدائے بازگشت کے فضائے عام میں گم ہوتے ہوتے بھی صدیاں گذر گئیں اور جاہلیت اپنی کامل فتحمندی کی آرزوؤں سے ہمکنار نہ ہو سکی۔

لیکن چار سو برس کی اس طویل مدت میں جبکہ مسلمان اپنے اسلاف کے بچھائے ہوئے بستر پر آرام سے سو رہے تھے، افق مغرب پر ایک زبردست انقلاب کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور حریت فکر اور علم و حکمت کی جو چند کرنیں خود مسلمانوں نے اس افق تک پہنچادی تھیں وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم الشان آفتاب بن رہی تھیں۔ آخر کار جب حوادث روزگار کے تازیانوں نے ان مدہوشوں کی آنکھیں کھولیں تو انھوں نے دیکھ لیا کہ جو سورج کبھی مشرق کے افق سے نکلا تھا وہ آج مغربی افق سے نکل رہا ہے، صرف نکل ہی نہیں رہا ہے بلکہ وسط آسمان پر چمک رہا ہے، اور ساری دنیا اس کی تیز نگاہی سے مرعوب ہے، اور سب ھٰذَا رَبِّي ھٰذَا اَکْبَرُ کہکر اس کے سامنے جھکے جارہے ہیں، اور تمام کے تمام خواہ وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہوں یا کچھ اور، زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ آج جاہلیت کی فتح کامل ہوگئی اور جو مہم اس نے پہلی صدی ہجری کے وسط میں اسلام کے خلاف شروع کی تھی وہ بارہویں صدی میں آکر اپنی کامرانی کے آخری نقطہ پر پہنچ گئی اور وہ وقت آگیا جو "سیعود غریبا" کے مکمل ظہور کا وقت تھا۔

حرماں نصیبیٔ عقل و اسلام کی یہ کتنی دلدوز داستان ہے کہ علم و حکمت اور آزادی فکر و رائے کے جو ہتھیار اس نے یورپ کو دیے تھے تاکہ وہ ان سے اپنی صدیوں کی جہالت کا مقابلہ کرے، اس نے انجام کار ان ہتھیاروں کا تختۂ مشق اسلام ہی کو بنا لیا اور جب وہ مسلمانوں کی خالی کی ہوئی جائے امامت پر آیا تو اسلامی نظریات اور تعلیمات سے مانوس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور معتقد ہونے کے بجائے بالکل ہی اس سے متوحش اور بیگانہ تھا۔ اس کی وجہ سمجھنے کیلیے آپ کو یورپ کے ذہنی و فکری انقلاب یعنی اسکی نشاۃ ثانیہ کے ابتدائی دور پر ایک نظر ڈالنی چاہیے یہ تو مسلّم ہے کہ یورپ کی تاریک روح کو اسلامی فکر کی روشن اور ہمہ گیر کرنوں ہی نے منور کیا اور کلیسائی اوہام و خرافات کی غلام عقل کو قرآن کی حریت نواز عقلیت ہی نے آزاد کرایا۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قرآنی تصورات اور نظریات کو وہ اچھی طرح ہضم نہ کرسکا تھا۔ بلکہ محض اسکی چند موٹی موٹی باتوں کو اس نے سطحی طور پر اچک لیا تھا۔ اس کے علاوہ صلیبی لڑائیوں اور یورپ کی مسلسل پسپائیوں نے عیسائی اقوام میں اسلام کے خلاف تعصب اور نفرت کی ایک ہمہ گیر وبا پھیلا رکھی تھی۔ اس وجہ سے وہ علم و حکمت کے میدان میں آگے بڑھنے کے باوجود اسلامی تصور حیات سے بیگانہ تر ہوتا چلا گیا اور اس کی ترقی کا رخ بالکل غلط اور فطرت کش راہ پر پڑ گیا۔

سوء اتفاق سے یورپ میں مذہب کے نام سے عیسائیت پھیلی ہوئی تھی جو خود عقل و فطرت سے برسر پیکار تھی۔ جب اسلام کے اثر سے یورپ نے اوہام کی تاریکیوں سے نکل کر فکر و نظر کی آزاد فضا میں آنا چاہا تو مذہب عیسوی نے پوری قہر سامانیوں کے ساتھ اس آزادی کو فنا کرنے کی کوشش کی۔ حریت پسند کافر قرار دیئے گئے، مذہبی عدالتیں قائم ہوئیں اور اس فکری و علمی انقلاب کے علمبرداروں کو انتہائی وحشیانہ اور انسانیت سوز سزائیں دی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آزادیٔ نظر کی یہ آگ دبنے کے بجائے اور بھڑک اٹھی اور چونکہ مذہب کا نام لیکر مذہبی پیشواؤں نے اس تحریک کی مخالفت کی تھی اس لیے قوت پکڑنے کے بعد پہلے تو اس آگ نے پوپ اور چرچ کے مقدس اقتدار کو پھونکا، پھر عیسائیت کی خبر لی اور آخر میں نفس مذہب اور مذہبیت کو جلا کر رکھ دیا، کیونکہ اس مخالفت نے یہ تخیل پیدا کر دیا تھا کہ علم و حکمت عین ضد ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہب کی، اس لئے جب تک راستہ کا یہ پتھر نہیں ہٹتا علم کے میدان میں ہم آگے نہیں جا سکتے۔ اور چونکہ مذہب کی بنیاد خدا اور قانون مجازات کے اعتقادات پر ہے، اس لیے جوشِ انتقام میں انہوں نے دشمنوں کی اس یادگار کو بھی مٹا دینے کی ٹھان لی اور الٰہی نظریہ سے بالکل آزاد ہو کر اسرارِ کائنات کی گتھی سلجھانے لگے۔

اس طرح مغربی فلسفہ و سائنس نے "نیچریت" (Naturalism) کی داغ بیل ڈالی۔ اگرچہ سترہویں صدی تک وہ اپنے اس جدید رجحان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکے تھے، اس لیے نیچریت کے ساتھ ساتھ خدا پرستی اور مذہبی اخلاق کو بھی نباہنا چاہتے تھے لیکن یہ دو کشتیوں کا سفر زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتا تھا اور نہ رہا۔ آخر کار اٹھارہویں صدی میں ہولباخ، لامیٹری، مانٹسکیو اور روسو وغیرہ آزاد خیال فلاسفہ نے اس ذہنی انقلاب کے رخ کو قریب قریب بالکل مادّہ پرستی کی طرف پھیر دیا۔ انیسویں صدی میں یہ مادّیت اپنے کمال کو پہنچ گئی اور آزادخیالی اور عقلیت کی عدالت میں کسی مافوق الطبیعت ہستی کے اعتقاد سے بڑھ کر کوئی عظیم گناہ نہ رہا۔ پھر ڈارون کے نظریۂ ارتقاء نے اور اس نظریہ کی ترجمان کتاب اصل الانواع (Origion of species) نے جو ۱۸۵۹ء میں شائع ہوئی تھی، اس نظریۂ مادیت کو ایسا استحکام بخش کر گویا وہ ایک ناقابلِ انکار سائنٹفک حقیقت ہے۔ اسی نظریہ کے بیٹ سے یورپ کا موجودہ نظامِ سیاست، اس کا نظامِ تہذیب و تمدن، اسکے اصولِ معاشرت، اسکے اخلاقی تصورات اور اسکے معاشی نظریات پیدا ہوئے۔ اشتراکیت کا برگ و بار بھی اسی اصل سے پھوٹا۔ امپیریلزم، اور ظالمانہ سرمایہ داری، اور فاشزم کو بھی اسی نے جنم دیا۔ غرض دنیا کا سارا نظامِ زندگی، خدا پرستی اور عقل و فطرت کے صحیح تصورات کے بجائے نفس اور حیوانیت کے مقتضیات پر قائم ہو گیا، اور آج یورپ اور اس کے غلام ایشیا میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی الاعلان ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ روح کا مستقر نہ دل ہے نہ دماغ بلکہ معدہ اس کا مستقر ہے ۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے شہوات کی تحریک سے ہوتا ہے ۔ فکر و نظر اور تمیز و ارادہ سب اُن مراکز تحریک کے تابع ہیں جو پیٹ اور اسکے حوالی میں واقع ہوئے ہیں ! رہی عقل تو اس کا فریضہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ شہوات کیلئے ایک باتدبیر خادم کا کام دے ، چنانچہ پروفیسر جوڈ اپنی کتاب گائڈ آف ماڈرن تھاٹ (Guide of modern thonght) میں صاف کہتا ہے کہ :

"عقل درحقیقت ہماری خواہشات کی لونڈی ہے ۔ اس کا کام یہ ہے کہ جو مقاصد ہم غیر شعوری طور پر متعین کریں وہ ان کے حصول کیلیے ذرائع بہم پہنچائے اور جو کچھ ہم کرنا چاہیں اس کے جواز کیلیے دلائل مہیا کر دے "

اور ڈارون یہ ثابت کر ہی چکا ہے کہ انسان ایک اعلیٰ درجہ کا ترقی یافتہ حیوان ہے ، اس لیے لامحالہ اس کی سعادت اور خوش نصیبی کا کمال بس یہی ہے کہ اپنے نفسانی اور حیوانی مقتضیات کو پورا کرنے کیلیے زیادہ سے زیادہ اسباب و وسائل اور لذیذ سے لذیذ طریقے ایجاد کرے !

یہ ہے اس یورپ کے نزدیک معیار فطرت و انسانیت ، جو آج بلا شرکت غیرے پورے کرۂ ارض پر امامت کے فرائض انجام دے رہا ہے ، اور اسی نقطۂ نظر کا ڈھالا ہوا ہے وہ نظامِ حیات جو اس کے قلم اور تلوار کے زور سے ساری اقوام عالم کے تہذیب و تمدن ، معیشت و معاشرت اور اقتصاد و سیاست پر ، نیز انکے افکار و تصورات پر حکمرانی کر رہا ہے ۔ اس کامل قلب ماہیت اور فساد مذاق کے بعد کیا تمہیں توقع ہے کہ وہ ان اسلامی تصورات اور نظریات سے وحشت اور بیگانگی نہ محسوس کرے گا جو خالص عقل ، بے آمیز فطرت اور بے داغ انسانیت کی بنیادوں پر قائم ہیں ، اور جن کا خمیر نفسانیت اور حیوانیت کے عناصر سے بالکل پاک ہے ؟ کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ پیٹ اور شہوت کی غلاظتوں میں لوٹنے والا کیڑا اگر فضائے آسمانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی غیر مرئی بلندیوں تک اڑنے لگا یا سمندر کی متلاطم لہروں کو چیرتا ہوا چلنے لگا تو یہ قرآنی افکار و نظریات کی بلندیوں اور گہرائیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے؟ پھر کیا تمہیں یہ یقین ہے کہ قرآن کی اُس روشنی کو جسے کبھی ساری دنیا نے روشنی سمجھا اور عقل و فکر کے بجھے ہوئے چراغوں کو اس سے روشن کیا تھا، آج بھی وہ دنیا اس روشنی کو روشنی ہی سمجھ رہی ہے؟ اگر یہ بات نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو بس سمجھ لو کہ "سیعود غریبًا" کا منحوس دور اسلام پر مسلط ہو چکا، جاہلیت پوری طرح انسانی اعمال و افکار پر چھا چکی، اسلام "غریب" بن کر کس مپرسی کی اوٹ میں چھپ چکا۔ قرآن کے ساتھ جو بے انصافی اب سے ۱۳۰۷ برس پہلے ہوئی تھی وہی اب پھر ہونے لگی ہے۔ اس کی تعلیمات کی اساس جن بلند اور حکیمانہ تصورات پر رکھی گئی ہے ان کی سمائی جس طرح ساتویں صدی عیسوی کے تنگ دماغوں میں نہ ہوتی تھی اسی طرح آج بیسویں صدی کے مدعیٔ وسعت دماغوں میں بھی نہیں ہوتی۔ دنیا کی عقل اتنے اکتشافات اور تحقیقات کے باوجود اُن بلند حقائق سے وہی اجنبیت اور نامانوسیت محسوس کر رہی ہے جو جاہلیت اولیٰ نے محسوس کی تھی۔ اسکی شپرہ چشمی اب بھی اس آفتاب حق کو تاریک ہی دیکھ رہی ہے۔ یہی اسکی بدبختی کا راز کل ہے، اور یقین کرو کہ اس بدبختی کے ذمہ دار صرف یورپ کے ائمۂ کفر ہی نہیں ہیں خود ہم بھی ہیں۔ بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ اگر ہم جاہلیت کے آگے سرنگوں نہ ہوتے تو دوسرے بھی نہ ہوتے۔ اگر ہم خود "سیعود غریبًا" کی پیشنگوئی پوری نہ کرتے تو دنیا اس ظلمت میں مبتلا نہ ہوتی۔ اگر خود ہمارے اعمال و افکار سے روح قرآنی نہ نکل جاتی تو دوسرے بھی آبحیات کو زہر نہ سمجھتے۔ لیکن ملہم غیب کی پیشین گوئی پوری ہونے والی تھی، پوری ہو کر رہی، اور جاہلیت کے خس و خاشاک نے اسلام کے چشمۂ حیوان کو نگاہوں سے بالکل اوجھل کر کے ہی چھوڑا۔ اگر مغرب اس سے بیگانہ ہے تو مشرق کب اسکا محرم ہے؟ یہ میرا اپنا دعویٰ نہیں بلکہ حالات اور واقعات کا اعلان ہے اور جاہلیت جدیدہ خود اس اعلان کی تصدیق کرتی ہے۔ (باقی)

© rasailojaraid.com